اُردو کی کہانی

سیّد احتشام حسین

ترقیِ اردو بیورو، نئی دہلی

سنہ اشاعت 1980 ـــــ 1902 شک

© ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

پہلا اڈیشن: 2000

قیمت: 6.25 روپے

URDU KI KAHANI: EHTISHAM HUSAIN

کتابت: انیس احمد

سرورق: شاہین گارڈنز

ڈائرکٹر، بیورو فار پروموشن آف اردو (ویسٹ بلاک 8 آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی 110022) نے ترقی اردو بورڈ، وزارت تعلیم و ثقافت، حکومت ہند، نئی دہلی کے لیے جے۔ کے۔ آفسٹ پرنٹرز دہلی سے چھپوا کر شایع کیا۔

پیش لفظ

اردو زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے حکومت ہند کی وزارت تعلیم و ثقافت کے تحت ترقی اردو بیورو کے ذریعے جن لائحوں اور منصوبوں کو عملی شکل دی جارہی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مختلف جدید علوم پر کتابیں ماہرین سے لکھوائی جائیں اور ان علوم سے متعلق اہم مغربی و مشرقی کتابوں کے تراجم شائع کیے جائیں جو نہ صرف زبان بلکہ قوم کی ترقی میں بھی مفید و معاون ثابت ہوں۔

اس منصوبے کے تحت ترقی اردو بیورو اب تک خاصی تعداد میں کتابیں شائع کر چکا ہے۔ ان میں شعر و ادب، تنقید، لسانیات، تاریخ، جغرافیہ، سیاسیات، تجارت، زراعت، امور حکومت، معاشیات، عمرانیات، قانون، طب، فلسفہ اور نفسیات پر اعلیٰ کتابوں کے علاوہ تعلیم بالغان، بچوں کے ادب، سائنس اور تکنیکی علوم سے متعلق ایسی کتابیں بھی شامل ہیں جو اردو کی نصابی ضرورتوں کو بھی کسی حد تک پورا کر رہی ہیں۔ ان موضوعات پر اچھی آسان اور معیاری کتابوں کی جو کمی اردو حلقوں میں شدت سے محسوس کی جارہی تھی وہ بیورو کے ذریعہ آہستہ آہستہ پوری ہو رہی ہے۔ ترقی اردو بیورو کی شائع کردہ کتابیں حسنِ طباعت کا ایک معیار قائم کرتی ہیں اور ان کی قیمت بھی نسبتاً کم رکھی جاتی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ان کتابوں کی مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

ترقی اردو بیورو کے جامع منصوبوں کے تحت اردو انسائیکلو پیڈیا، اردو لغت (کلاں) اردو لغت (برائے طلبہ) انگریزی اردو لغت، اردو انگریزی لغت، بنیادی متون کی اشاعت، اردو کتابیات کی تیاری اور مختلف علوم کی اصطلاح سازی کے کام بھی جاری ہیں۔ ان کی تکمیل کے لیے ہمیں ملک بھر کے ماہروں کا تعاون حاصل ہے۔

زیر نظر کتاب ترقی اردو بیورو کے اشاعتی پروگرام کا ایک جز ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اردو داں حلقوں میں اس کتاب کی بھی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

شمس الرحمن فاروقی

ڈائریکٹر، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

اپنے بچّوں کے نام

فہرست

	دیباچہ	9
	دیباچہ (طبع اوّل)	11
۱	زبانوں کا گھر ہندوستان	13
۲	اُردو زبان کی ابتدا	18
۳	گھر سے دُور دکھنی ہندوستان میں	23
۴	دِلّی کی شاعری	29
۵	ترقّی کا زمانہ	33
۶	پچّھم سے پورب تک	39
۷	نظیؔر اکبرآبادی	44
۸	دبستان لکھنؤ	48
۹	نثر کی ترقّی	55
۱۰	دِلّی میں ایک بہار اور	62
۱۱	نئی منزل کی طرف	68
۱۲	کچھ نئے کچھ پُرانے	80
۱۳	نیا زمانہ، نیا ادب	87
۱۴	کچھ ضروری اشارے	97

۷

نظیر اکبر آبادی

جس طرح ایک چمن میں طرح طرح کے پھول ہوتے ہیں اور اپنی اپنی بہار الگ الگ رکھتے ہوتے سب مل کر چمن کی رونق بڑھاتے ہیں، اسی طرح اردو شاعری کے گُلزار میں بھی رنگ رنگ کے پھول کھلے، جن کی خوشبو اس وقت تک پھیلی ہوئی ہے، انھیں میں سے ایک نظیر اکبر آبادی تھے جو اپنے رنگ میں یکتا ہیں۔ نظیر کا نام ولی محمد تھا، دہلی میں پیدا ہوتے تھے لیکن ساری عمر آگرہ میں بسر کی جسے اس وقت زیادہ تر اکبر آباد کہا جاتا ہے۔ نظیر اپنے کو ہمیشہ آگرے کا ہی سمجھتے رہے اور اُسی کے گیت گاتے رہے۔ آگرہ میں ان کا کام لڑکوں کو پڑھانا تھا۔ لالہ بلاس رائے کے کتی لڑکے اُن سے فارسی پڑھتے تھے سو وہ اُن کو ستّرہ روپے مہینہ دیتے تھے، ایک وقت کا کھانا بھی وہیں کھاتے تھے، ایک دن بلاس رائے کا ایک لڑکا کھانے کے ساتھ باپ کی دُکان میں سے اچار لایا۔ نظیر کھانے بیٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اچار میں ایک چوہا ہے اُسی وقت اُنھوں نے ایک مزے دار نظم چوہوں کا اچار کہہ ڈالی۔ نظیر نے اُس زمانے کی عام دلچسپی کو دیکھتے ہوتے غزلیں بھی بہت کہی ہیں مگر ان کا کمال روزمرّہ کی زندگی

سے متعلّق واقعات اور تجربات پر نظمیں لکھنے میں ظاہر ہوتا ہے، اُنھوں نے بچّوں کی زندگی اور کھیل کُود کے بارے میں، جوانوں کی رنگ رلیوں کے بارے میں اور بُوڑھوں کی فکروں کے بارے میں بہت سی دلچسپ نظمیں لکھی ہیں۔ آٹا، دال، روٹی، غریبی، پیسے کوڑی، تل کے لڈّو، کورے برتن، لکڑی، ہر طرح کی چیز شاعری کے لیے چُنی ہے۔ اُنھوں نے ہولی، دیوالی، عید، شب برات، محرّم، پیراکی کے میلے پر نظمیں تیار کی ہیں۔ برسات جاڑا، گرمی، اوس، آندھی، اندھیری رات، صبح و شام، ہر چیز کو نظم کا لباس پہنایا ہے۔ مُسلمان مذہبی بُزرگوں کے علاوہ گرو نانک، مہادیوجی، کرشن کنہیّا پر بہت سی نظمیں لکھی ہیں۔ کبوتر، ریچھ، گلہری، سارس، سبھی کو نظم کے لائق سمجھا ہے۔ پھر اُن کے علاوہ زندگی اور موت، انسان کے دُکھ سُکھ، زمانے کے انقلاب پر اعلا پایہ کی شاعری کی ہے اور یہ دیکھ کر تعجّب ہوتا ہے کہ ایک ہی آدمی یہ ساری باتیں کیسے دیکھتا اور اُن سے مزا لیتا تھا۔ نظیر ہندوستانی زندگی کے نہ جانے کِتنے پہلوؤں اور کِتنی چیزوں سے واقف تھے اُس کا سبب یہ تھا کہ وہ عام لوگوں کے درمیان میں رہتے اور اُن کے دُکھ سُکھ میں شریک تھے۔

نظیر ۱۷۴۰ء کے قریب پیدا ہوتے تھے، اُس زمانے میں دِلّی میں شاعری کا بڑا چرچا تھا، آگرہ بھی شاعری کا بڑا مرکز تھا لیکن درباری اثر سے کچھ ایسا ڈھرّا بن گیا تھا کہ عام لوگوں اور عام باتوں کی طرف کوئی توجّہ ہی نہیں کرتا تھا۔ نظیر نے شاعری کے آسمان سے اُتر کر زمین کی چیزوں کو دیکھا تو اِن میں بھی اُن کو بڑی خوب صُورتی نظر آئی اور عام لوگوں سے اُن کا دل ایسا ملا کہ اُنھوں نے بادشاہوں، امیروں اور درباروں کی طرف رُخ نہیں

کیا۔ حیدرآباد سے طلب کیے گئے، بھرت پور کے مہاراجہ نے روپیہ بھیج کر بلایا، اودھ کے دربار نے اپنے یہاں آنے کی خواہش ظاہر کی مگر یہ کہیں نہیں گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تاج محل سے دُور نہیں ہونا چاہتے تھے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ دوسری جگہ جاکر پابندیاں بڑھ جاتیں گی۔ کہا جاتا ہے کہ جب بھرت پور کے مہاراجہ نے بُلانے کے لیے آدمی بھیجا تو وہ پانچ سو روپے کی ایک تھیلی لایا، نظیر نے اُسے لے جاکر گھر کے اندر رکھ تو دیا لیکن چوروں کے ڈر سے رات بھر نیند نہیں آئی، صُبح کو اُٹھ کر وہ تھیلی اُس آدمی کو واپس کر دی اور کہا کہ جاکر میرا سلام کہہ دینا، میں نہیں جاسکتا، آدمی نے تعجّب سے وجہ پوچھی اور کہا کہ کل تو آپ چلنے پر تیار تھے، آج کیا بات ہوئی، کہنے لگے کہ جب پانچ سو روپے رات بھر میں میری جان کے لیے مُصیبت بن گئے تو مُجھے دربار سے روپے پاکر کیا خوشی ہوگی میں یہ مُصیبت نہیں پالوں گا۔

تو یہ نظیر اکبرآبادی تھے۔ اُنھوں نے قریب قریب نوّے سال کی عُمر پائی، بُڑھاپے میں کئی دفعہ فالج گرا اور آخر کار ۱۸۳۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بیٹے خلیفہ گلزار علی اسیر ان کے شاگرد بھی تھے۔ اور اسی رنگ کی شاعری کرتے تھے۔ نظیر کے کچھ شاگرد بھی تھے۔ جن میں قُطب الدّین باطن مشہور ہیں۔ نظیر کی زندگی ایسی صاف سُتھری اور پاک تھی کہ بہت سے لوگ ان کو ولی سمجھتے تھے جب اُن کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے گُلزار علی کو اُن کا خلیفہ سمجھا گیا۔ آگرہ میں بہت دِنوں تک نظیر کے مزار پر عُرس ہوتا رہا۔

نظیر کی شاعری چونکہ دوسرے شاعروں کے کلام سے مختلف تھی، اِس لیے بہت دِنوں تک اُن کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی، بلکہ یہ کہا گیا کہ وہ

بازاری قسم کی شاعری کرتے تھے لیکن آہستہ آہستہ اُن کی عزّت کی جانے لگی۔ موجودہ زمانے میں اُن کی گنتی اُردو کے بڑے شاعروں میں ہوتی ہے، اُنھوں نے فارسی میں بھی کچھ کتابیں لکھی ہیں۔ ہندی، پنجابی، پُوربی زبانوں سے بھی واقف تھے اور جو بول چال کی عام زبان تھی اُس کا استعمال بڑی خوب صُورتی سے کرتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی وہ زبان کی غلطیاں بھی کرتے تھے۔ عام لوگوں کے خیال سے معمولی یا گندی باتیں بھی لکھ جاتے، مگر جس سچّائی سے وہ خیالات ظاہر کرتے تھے وہ بہت کم لوگوں کے حِصّہ میں آتی ہے۔

نظیرؔ کا ذِکر الگ سے اِس لیے کیا گیا کہ وہ نہ تو دِلّی کے رنگ سے تعلّق رکھتے تھے نہ لکھنؤ کے رنگ سے، اُن کی دُنیا الگ ہے، اُن کے خیالات الگ ہیں، اُن کی شاعری کا معیار الگ ہے اُن کی شاعری سمجھنے کے لیے عام انسانوں کی زندگی اور خیالات عادات واطوار، رسم و رِواج، دِل چسپیوں اور تفریحوں سے واقف ہونا ضروری ہے۔ نظیرؔ کا دیوان اُردو ہی میں نہیں ہندی میں بھی کتنی بار چھپ چُکا ہے۔ آج اُن کو اُردو کے بڑے شاعروں میں گِنا جاتا ہے۔